OPEN ACCESS
Al-Duhaa
﴾Journal of Islamic Studies﴿
ISSN (print): 2710-0812
ISSN (online): 2710-3617
www.alduhaa.com

Al-duhaa, Vol.:5, Issue: 1, Jan -June 2024
DOI:10.51665/al-duhaa.005.01.0250, PP: 77-86

ڈاکٹر مبارک علی کی کتاب "اورنگ زیب عالمگیر" کا ایک تجزیاتی مطالعہ

An Analytical Study of Dr. Mubarak Ali's Book "Aurangzeb Alamgir"

Published: 20-06-2024
Accepted: 10-06-2024
Received: 01-05-2024

Haris Hanif
M.Phil Scholar, Department of Islamic & Religious Studies,
Hazara University Mansehra
Email: ibnulhanif7@gmail.com

Muhammad Idrees
M.Phil Scholar, Department of Islamic & Religious Studies,
Hazara University Mansehra
Email: idreesoghi@gmail.com

Sayda Zenab Batool Qadri
M.Phil Scholar, Department of Islamic & Religious Studies,
Hazara University Mansehra
Email: syedazenab200@gmail.com

Abstract

Aurangzeb Alamgir was a famous person on whom much has been written in history. Historically, his personality is important because his reign was a glorious period in the history of India. He is such a personality on whom both the religious class and the religion-averse (secular) class write. Like Allama Shibli Naumani and Dr. Om Prakash Parshad. Historically, some accusations are also made against Aurangzeb. Like the killing of father and brothers, opposition to Hindus, demolition of temples, jizya etc. and similarly some events are also described with different angles. These objections and incidents are described by people of both classes (religious and deen-averse) but both of them describe them in their own way. From the same incident or object, one group concludes that it is religiosity and another concludes that it is aversion to religion. Dr. Mubarak Ali who is a Pakistani secular historian has also written a book named "Aurangzeb Alamgir". In which he has collected the articles of Allama Shibli Naumani and Dr. Ohm Prakash Parishad. But in the case of the book, such sentences have been used which reinforce the secular narrative. Therefore, it is necessary to analyze the allegations against Aurangzeb Alamgir in the light of original sources while doing an analytical study of Dr. Mubarak Ali's book.

Keywords: *Aurangzeb Alamgir, objections, Dr Mubarak Ali, Religious narrative, Secular narrative, original resourses.*

CC BY

تمہید

اورنگزیب عالمگیر ایک مشہور شخصیت ہیں، جن پر تاریخ میں بہت کچھ لکھا ہوا ہے۔ تاریخی اعتبار سے ان کی شخصیت اس لیئے اہمیت کی حامل ہے کہ ان کی حکومت کا دور ہندوستان کی تاریخ کا شاندار دور تھا۔ یہ ایک ایسی شخصیت ہے کہ جن پر دین دار طبقہ بھی لکھتا ہے اور دین بیزار (سیکولر) طبقہ بھی۔ جیسے علامہ شبلی نعمانی اور ڈاکٹر اوم پرکاش پرشاد۔

تاریخی اعتبار سے اورنگ زیب پر کچھ الزامات بھی لگائے جاتے ہیں۔ جیسے باپ اور بھائیوں کا قتل، ہندوؤں کی مخالفت، مندروں کا انہدام، جزیہ وغیرہ اور اسی طرح کچھ واقعات کو بھی مختلف زاویوں کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔ ان اعتراضات اور واقعات کا بیان دونوں طبقوں (دین دار اور دین بیزار) کے لوگ کرتے ہیں لیکن دونوں ان کی اپنی اپنی توجیع بیان کرتے ہیں۔ ایک ہی واقعے یا اعتراض سے ایک طبقہ نتیجہ اخذ کرتا ہے دینداری کا اور دوسرا نتیجہ اخذ کرتا ہے دین بیزاری کا۔

ڈاکٹر مبارک علی جو ایک پاکستانی مشہور مؤرخ ہیں، انہوں نے بھی ایک کتاب "اورنگ زیب عالمگیر" کے نام سے لکھی ہے۔ جس میں انہوں نے علامہ شبلی نعمانی اور ڈاکٹر اوہم پرکاش پرشاد کے مضامین کو جمع کیا ہے۔ لیکن کتاب کے مقدمے میں ایسے جملوں کا استعمال کیا ہے جن سے سیکولر بیانیے کو تقویت پہنچتی ہے۔ چنانچہ اس بات کی ضرورت ہے کی ڈاکٹر مبارک علی کی کتاب کا تجزیاتی مطالعہ کرتے ہوئے اورنگ زیب عالمگیر پر لگنے والے الزامات کو مصادر اصلیہ کی روشنی میں پرکھا جائے۔

بنیادی سوالات

ڈاکٹر مبارک علی نے اپنی کتاب کے مقدمے میں کن جملوں سے سیکولر بیانیے کو مضبوط کیا؟

اورنگ زیب عالمگیر پر لگنے والے مشہور اعتراضات جن کو علامہ شبلی نعمانی نے ایڈریس کیا، کون کون سے ہیں؟

ان اعتراضات سے متعلق اصل مصادر میں کیا درج ہے؟

ڈاکٹر مبارک علی کا تعارف

آپ کا نام مبارک علی ہے آپ کی پیدائش ہندوستان کے علاقے راجستھان کے تاریخی قصبے ٹونک میں ہوئی۔ اپنی سن پیدائش کے حوالے سے ڈاکٹر صاحب خود کہتے ہیں کہ یہ مبہم ہے البتہ جب ان کا سکول میں فارم بھرا گیا تو اس میں تاریخ پیدائش 21 اپریل 1941ء درج کی گئی۔[1] ڈاکٹر مبارک علی کا خاندان پشین سے آیا تھا اور ان کے قبیلے کا نام طور ترین تھا، ان کے دادا سنبھل سے ٹونک آکر آباد ہوئے تھے۔ 1952ء میں جب ڈاکٹر مبارک علی کے دادا نے وفات پائی تو ان کے والد مسعود علی خان اپنے اہل وعیال کے ساتھ ہجرت کرکے پاکستان آگئے۔ پاکستان میں ان کے دو بھائی پہلے سے ہجرت کر کے آئے ہوئے تھے۔

ڈاکٹر مبارک علی نے 1963ء میں سندھ یونیورسٹی جامشورو سے تاریخ میں ایم اے کی ڈگری حاصل کی۔ اعلی تعلیم کے حصول کے لیے وہ 1972ء میں لندن اور پھر جرمنی چلے گئے۔ اس سے پہلے 1963ء میں سندھ یونیورسٹی میں ان کی بطور لیکچرار تعیناتی ہوئی بعد ازاں انہوں نے 1976ء میں روہر یونیورسٹی بوخم، جرمنی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی جو کہ ہندوستان کے مغلیہ دور سلطنت کے حوالے سے تھی۔ اس کے بعد 1978ء سے 1989ء تک آپ نے سندھ یونیورسٹی کے شعبہ تاریخ میں بطور

پروفیسر اور چیئرمین کی حیثیت سے فرائض سرانجام دیے۔ 1996ء تک لاہور میں گوئٹے انسٹی ٹیوٹ کے ڈائریکٹر رہے۔ آپ سہ ماہی جریدے تاریخ کے ایڈیٹر ہیں اور تاریخ کے مختلف موضوعات پر آپ کی بہت سی کتابیں ہیں۔[2]

ڈاکٹر مبارک علی کا تاریخ لکھنے میں بنیادی نقطہ یہ رہا ہے کہ تاریخ صرف بادشاہوں عہدے داروں اور امراء کے ساتھ مخصوص نہیں، بلکہ عام آدمی بھی تاریخی اعتبار سے اہمیت کا حامل ہے اور تاریخ میں فرد کے کردار کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ ڈاکٹر صاحب کے اسی انداز کے بارے میں اسلم گورداس پوری صاحب لکھتے ہیں، "ڈاکٹر مبارک علی کی تاریخ دانی اور تاریخ نویسی کا انداز ایک بین الاقوامی انداز ہے اور وہ انسانوں کی تاریخ لکھتے ہیں، وہ محض کسی قوم یا کسی قبیلے یا کسی گروہ کی تاریخ نویسی نہیں کرتے۔"[3]

ڈاکٹر مبارک علی ایک سیکولر شخص ہیں اور سیکولرزم کے بنیادی نظریے کے مطابق یہ بھی مذہب کو نجی زندگی تک محدود سمجھتے ہیں۔[4] آپ کا تعلق مؤرخین کے اس گروپ سے ہے جو برصغیر کی تاریخ و معاشرت کو سیکولر اور معروضی نظر سے دیکھتے ہیں اور اس کا تجزیہ کرتے ہیں۔ شخصیات ہوں یا افکار و نظریات وہ انہیں تقدیس کا لبادہ پہنانے کے بجائے ان کا تجزیہ زمینی معاشی سماجی اور ثقافتی حقائق کے سیاق و سباق میں کرتے ہیں۔ ڈاکٹر مبارک علی کے تصورِ تاریخ میں بادشاہوں، شاہی خاندانوں اور حکمرانوں کے محلات میں ہونے والی سازشوں کے بیان کو ثانوی حیثیت حاصل ہے وہ اس کے برعکس تاریخ سازی میں عوام کے کردار اور ان کی جدوجہد کو بنیادی مقام دیتے ہیں اور اسے اجاگر کرتے ہیں۔ ڈاکٹر مبارک علی کا تاریخی بیانیہ عام آدمی کو بے بس اور لاچار بنانے کے بجائے اسے سماجی تبدیلی کے لیے اکساتا اور متحرک کرتا ہے۔[5]

ڈاکٹر مبارک علی ایک روشن خیال دانشور، فلاسفر اور تاریخ دان ہیں۔ ان کا علمی شعبہ تاریخ ہے۔ مغرب اور مشرق کی تاریخ پر ان کی بے شمار کتب شائع ہو چکی ہیں اور اس حوالے سے تاریخ پبلیکیشنز ان کی کتب کی اشاعت دنیا بھر میں کر رہی ہے۔ ان کا علمی کام تاریخ کی تحقیق، تنقید اور تشریح اور معاشرتی مسائل پر تحقیق و تجزیہ ہے۔ اس حوالے سے وہ اپنی علمی اور تحقیقی سرمایے کی بدولت وہ پاکستان سمیت دنیا بھر کے بے شمار یونیورسٹیوں اور تحقیقی اداروں سے ایوارڈ وصول کر چکے ہیں۔[6] ڈاکٹر صاحب نے ایک کتاب "اورنگ زیب عالمگیر" کے نام سے لکھی ہے، جس میں انھوں نے اورنگ زیب عالمگیر پر لکھے گئے دو مصنفین (علامہ شبلی نعمانی اور ڈاکٹر اوہم پرکاش پرشاد) کے مضامین کو جمع کیا ہے۔

اورنگ زیب عالمگیر کا تعارف

ہندوستان پر جن مسلم خاندانوں نے حکومت کی ان میں سب سے طویل عرصہ مغلوں کے حصے میں آیا۔ جو ۱۵۲۶ء سے لے کر ۱۸۵۷ء تک ہے۔ محی الدین محمد (المعروف اورنگزیب عالمگیر) مغلیہ سلطنت کا چھٹا بادشاہ تھا۔ جو ۱۶۱۸ء میں ممتاز محل کے بطن سے پیدا ہوا اور ۱۷۰۷ء میں وفات پائی۔ اورنگ زیب عالمگیر نے ۱۶۵۷ء سے ۱۷۰۷ء تک تقریباً پچاس سال حکومت کی اور اس کی حکومت تقریباً پورے برصغیر پر پھیلی ہوئی تھی۔ اس کے عہد میں ہندوستان کا رقبہ جتنا وسیع ہوا، اتنا وسیع نہ اس سے پہلے ہوا اور نہ اس کے بعد۔ موجودہ افغانستان سے لے کر بنگلہ دیش کی آخری سرحدوں اور لداخ و تبت سے لے کر جنوب میں کیرالہ تک وسیع و عریض رقبے پر اس کی حکومت تھی۔ اس کے دور حکومت میں بہت سی فتوحات ہوئیں۔ ان فتوحات ہی کی وجہ سے اورنگ زیب کو عالمگیر (فاتح) کا لقب دیا گیا۔ اتنی بڑی وسیع سلطنت کو اس نے اپنے دور میں ہر لحاظ سے مضبوط و مستحکم بنایا۔ سلطنت کی

خوشحالی کے لیے اس نے مختلف اصلاحات کیں جیسے عوام پر سے پہلے دور کے لگائے گے بہت سے ٹیکسوں کو معاف کیا، اس کے دور کا نظام عدل اپنی مثال آپ تھا کہ مظلوموں کو انصاف فراہم کرنے کے لیے روزانہ دو سے تین مرتبہ دربارِ عام لگتا جہاں بلا تکلف ہر کوئی اپنا فریاد سناتا اور اسے بلا تاخیر انصاف فراہم کیا جاتا۔ سلطنت کے حالات سے باخبر رہنے کے لیے باقاعدہ واقعہ نگاری اور پرچہ نویسی کا نظام قائم تھا۔ نظام تعلیم پر خصوصی توجہ دیتے ہوئے جگہ جگہ تعلیمی مراکز قائم کیے اور ان میں اساتذہ مقرر کیے جن کی ذمہ داری حکومت کے ذمہ تھی۔ اس وقت معیشت کا سب سے بڑا ذریعہ زراعت تھی جسکی ترقی پر اورنگ زیب نے خصوصی توجہ دی، کسانوں کی خوب حوصلہ افزائی کی، انہیں سہولیات فراہم کیں اور بنجر پڑی زمینوں کو کاشت کے قابل بنایا اور انہیں آباد کیا۔ یہ اور اس جیسی دیگر بہت سی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ اورنگ زیب عالمگیر کے دور میں ہندوستان دنیا کا امیر ترین ملک تھا جو دنیا کی کل جی ڈی پی کا ایک چوتھائی حصہ پیدا کرتا تھا۔ اسی پس منظر کو سامنے رکھتے ہوئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر ہندوستان کی تاریخ سے اورنگ زیب عالمگیر کو نکال دیا جائے تو وہ ادھوری رہ جاتی ہے۔

اورنگ زیب عالمگیر کی شخصیت پر مذہبی اور سیکولر بیانیہ

اورنگ زیب عالمگیر کی شخصیت پر تصنیفی و تحقیقی اعتبار سے بہت سا کام ہوا ہے۔ ان کی زندگی اور بالخصوص دورِ حکومت کے مختلف پہلوؤں پر الگ الگ لکھا گیا ہے۔ زندگی کے اہم گوشوں کو نمایاں کیا گیا ہے۔ اس کی خوبیوں اور خامیوں، اوصاف و کمالات کو بیان کیا گیا ہے۔ اس کے دور میں کی گئی اصلاحات، ترقیاتی و رفاہی کاموں کو بیان کیا گیا ہے۔ باپ اور بھائیوں کے ساتھ اس کے تعلق و سلوک کو بیان کیا گیا۔ اس کے دور کے عدالتی نظام پر لکھا گیا۔ اورنگ زیب کے اپنے دینی رجحانات کیا تھے اور اس نے فروغ اسلام کے لیے کیا کیا کوششیں کیں، اسکی فقہی و دینی خدمات کیا کیا ہیں اس پر لکھا گیا۔ اسی طرح اس کی مذہبی پالیسیوں کو موضوع بعث بنایا گیا۔ الغرض اورنگ زیب عالمگیر پر لکھنے والوں نے بہت کچھ لکھا اور ان کی شخصیت پر لکھتے ہوئے دو بیانیے جنم لیتے ہیں۔ سیکولر بیانیہ اور مذہبی بیانیہ۔ سیکولر حضرات انہیں اپنے نقطہ نگاہ سے دیکھتے ہیں اور مذہبی حضرات اپنے نقطہ نگاہ سے اور دونوں تاریخ سے دلائل لاتے ہیں۔ ایک ہی واقعے کو ایک طبقہ نقل کرتا ہے اور اس سے نتیجہ اخذ کرتا ہے دین داری کا جبکہ وہی واقعہ دوسرا طبقہ نقل کرتا ہے اور اس سے نتیجہ اخذ کرتا ہے دین بیزاری کا۔

ڈاکٹر مبارک علی کی مقدمہ میں ترجیح

ڈاکٹر مبارک علی نے "اورنگ زیب عالمگیر" کے نام سے جو کتاب لکھی ہے اس کے مقدمہ میں انھوں نے ایسے الفاظ استعمال کیے ہیں جن سے سیکولر بیانیے کو تقویت پہنچتی ہے۔ ڈاکٹر مبارک علی کتاب کے مقدمے میں لکھتے ہیں کہ اس کتاب میں اورنگ زیب سے متعلق دو مضامین شامل کیے گئے ہیں۔ ان میں ایک ہوم پرکاش پرشاد کا ہے جو ایک روشن خیال سیکولر مورخ ہیں اس میں انہوں نے ہندو قوم پرستوں یا فرقہ پرست سوچ کے مقابلے میں اورنگ زیب کا سیکولر استدلال کے ساتھ دفاع کیا ہے دوسرا مقالہ شبلی نعمانی کا ہے جو انہوں نے راسخ العقیدگی کے بھرپور جذبات میں لکھا ہے۔ ان دونوں میں اگرچہ اورنگ زیب کا دفاع کیا گیا ہے مگر دونوں کے ہاں استدلالی فرق صاف نظر آتا ہے۔ پرشاد کے ہاں تاریخی دلائل و شواہد ہیں تو شبلی کے ہاں جذبات اور لفاظی۔ پرشاد ایک پختہ مؤرخ کی شکل میں ابھرتے ہیں تو شبلی مذہبیت کے جذبات سے مغلوب ہو کر اورنگ زیب میں صرف فرشتہ

صفات دیکھتے ہیں۔[7]

ڈاکٹر مبارک علی کا بیان یہاں ڈاکٹر اوہم پرکاش کے حق میں ہے اور علامہ شبلی نعمانی کے مخالف۔علامہ شبلی نعمانی اپنی مضمون میں تاریخی حوالہ جات کے ذریعے بات کرتے ہیں اور ڈاکٹر مبارک علی اس کا انکار کرتے ہیں۔ایک مؤرخ کے لیئے ضروری ہے کہ وہ کسی بھی نظریے سے متاثر نہ ہو۔تب ہی وہ ایک درست تاریخ بیان کر سکتا ہے۔مؤرخ کا اپنے عہد یا تاریخ میں کسی نظریے سے متاثر ہونا ایک فطری عمل ہے۔لیکن تاریخ کا تقاضا ہے کی جب وہ تاریخ لکھنے لگے تو اس کے انداز اور ترتیب سے ذاتی ترجیحات یا نظریات اثر انداز نہ ہوں۔

اورنگ زیب عالمگیر پر مشہور اعتراضات اور علامہ شبلی نعمانی کے جوابات

اونگ زیب عالمگیر پر مشہور اعتراضات جو عموماً کیے جاتے ہیں جیسے باپ کی قید اور بھائیوں کا قتل وغیرہ یہی اعتراضات اس کے والد بادشاہ شاہجہان پر بھی کیے جاسکتے ہیں لیکن شاہجہان کے بارے میں انہی اعتراضات کی کوئی دور دور تک خبر نہیں جبکہ اورنگ زیب عالمگیر کی شخصیت سے متعلق ان اعتراضات کو اتنا اچھالا گیا ہے کہ تاریخ سے معمولی وقفیت رکھنے والا بھی ان سے ناواقف نہیں۔مشہور اعتراضات درج ذیل ہیں جن کے جوابات علامہ شبلی نعمانی نے اصل مصادر کی روشنی میں اپنے مضمون میں دیے ہیں۔

جزیہ لگانا

اورنگ زیب عالمگیر پر ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ اس نے غیر مسلم اقوام پر جزیہ لگایا۔جزیہ لگنے کی وجہ سے عوام میں غم وغصہ پیدا ہوا،جو بغاوتوں کی صورت میں ظاہر ہوا اور یہ بغاوتیں عالمگیر کے ساتھ اس کے دورِ حکومت کے آخر تک جاری رہیں۔

جزیہ پر اعتراض کرنے والے اصل میں وہ لوگ ہیں جو جزیہ کی حقیقت اور ماہیت سے واقف نہیں جزیہ یہ کوئی ناگوار چیز نہیں ہے بلکہ یہ غیر قوموں کے حق میں ایک رحمت ہے اس میں شک نہیں کہ ہندوؤں نے اس سے ناراضگی ظاہر کی لیکن یہ ظاہر ہے کہ جو محصول ایک مدت سے موقوف ہو چکا تھا اس کا نئے سرے سے قائم کیا جانا کیوں کر گوارا ہو سکتا تھا۔[8]

یعنی جزیہ لگنے پر ان لوگوں کی ناگواری کی وجہ یہ تھی یہ ایک عرصے تک ان پر موقوف کر دیا گیا تھا۔اب جب دوبارہ ان پر یہ لاگو ہوا تو انہیں یہ قدم اپنے خلاف محسوس ہوا۔جس کی وجہ سے انھوں نے بادشاہ کے اس حکم کی مخالفت شروع کر دی۔

ہندو مدارس بند کرانا

ایک اعتراض یہ عائد کیا جاتا ہے کہ اورنگ زیب مذہبی تعصب کا شکار تھا۔اسی وجہ سے اس نے اپنی سلطنت کے اندر تمام ہندو مدارس کو بند کروا دیا تھا۔یہ اعتراض عموماً ایرانی مؤرخین کی طرف سے کیا جاتا ہے،جو خاص حالت میں پیش آنے والے واقعات کو عام کر کے دیکھاتے ہیں۔شاہجہان کے زمانے میں ہندو مسلمانوں پر مذہبی جبر کرنے لگے تھے دراشکوہ کے طرزِ عمل نے ان کو اور جری کر دیا۔ہندو اپنے پارٹ شالوں میں مسلمان بچوں کو اپنے مذہبی علوم سکھاتے تھے اور ایسی ترغیب دیتے تھے کہ دور دور سے مسلمان ان کے مدرسوں اور پارٹ شالوں میں آتے تھے عالمگیر نے انہی مدرسوں کو بند کرایا تھا۔بدگمان مؤرخین نے یہ لکھ دیا کہ ہندوؤں کے تمام مدرسے اور عبادت گاہیں ڈھادیں۔[9]

اس بات کا ثبوت ماثرِ عالمگیری سے بھی ملتا ہے جس سے مدارس بند کرانے کی اصل حقیقت معلوم ہوتی ہے۔[10]

مندروں کا انہدام

اورنگ زیب عالمگیر پر یہ الزام بھی عائد ہے کہ مذہبی تعصب کی وجہ سے اس نے ہندوؤں کے مندروں کو گرایا۔ اس معاملے کی یہ حقیقت کو سمجھنے کے لیے بھی اس کا پس منظر جاننا بہت ضروری ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ آج کے لوگ آج کل کے تمدن اور معاشرت کی عینک سے پہلے زمانے پر نظر ڈالتے اور اسے پرکھتے ہیں۔ آج مسلمانوں کی مسجدیں اور ہندوؤں کے مندر اپنا کوئی خاص ملکی اثر نہیں رکھتے اور سلطنت کے معاملات میں ان کا کوئی خاص عمل دخل نہیں ہے۔ لیکن قدیم زمانے میں جہاں یہ جگہیں مذہبی شناخت رکھتی تھی وہیں یہ بغاوتوں اور ہنگاموں کی آماجگاہ بنی رہتی تھیں۔ ہر طرح کے منصوبے یہیں بنائے جاتے تھے۔ اسی لیے جب کسی مذہب کے پیروکار دوسرے مذہب کے ماننے والوں پر غلبہ حاصل کر لیتے تھے تو سب سے پہلے ان کی عبادت گاہوں اور مذہبی مقامات کو نقصان پہنچاتے تھے۔[11] اسی طرح اورنگ زیب کے دور میں جو جو بت خانے گرائے گئے یا توڑے گئے تو وہ صرف انہی مقامات پر گرائے گئے جہاں پر بہت زیادہ بغاوتیں اور ہنگامے ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ عالمگیر 25 برس تک دکن میں رہا، وہاں ہزاروں مندر اور بت خانے موجود تھے لیکن تاریخ میں اس حوالے سے ایک لفظ بھی نہیں ملتا کہ اورنگ زیب عالمگیر نے اس زمانے میں اور اس علاقے میں کسی مندر کو ہاتھ بھی لگایا ہو۔[12]

یورپین اور ہندو مورخین کہتے ہیں کہ عالمگیر نے چونکہ مندر گرائے ہیں اس لیے بغاوت ہوئی لیکن حقیقت یہ ہے کہ پہلے بغاوت ہوئی اس لیے مندر گرائے گئے۔[13] اسی طرح مندروں کے گرائے جانے کے واقعات اورنگ زیب عالمگیر سے پہلے شاہجہان کے دور میں بھی ملتے ہیں۔[14]

والد (شاہجہان) کی قید اور بھائی (دارا) کا قتل

اورنگ زیب عالمگیر پہ ایک بہت بڑا اعتراض یہ ہے کہ اس نے تخت نشینی کی جنگ میں اپنے تین سگے بھائیوں کو قتل کر دیا اور اپنے والد بادشاہ شاہ جہان کو قید میں ڈال دیا۔ ان واقعات سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ اورنگ زیب عالمگیر ایک ہوس پرست بادشاہ تھا جس کے سر پہ تخت نشینی کا بھوت سوار تھا۔ لیکن اس بات کی اصل حقیقت کیا ہے، یہ بات کس حد تک سچ ہے ؟ اس کی حقیقت کیا ہے اور اورنگ زیب عالمگیر کو اس اقدام پہ کن حالات و واقعات نے مجبور کیا۔ اس کے پیچھے کیا عوامل کار فرما تھے۔ یہ سب سمجھنے کے لیے ان وقعات کا پس منظر جاننا ضروری ہے۔

والد کی قید اور دارا شکوہ کا قتل، یہ دونوں واقعات پس منظر کے لحاظ سے ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں۔ علامہ شبلی نعمانی اپنی کتاب میں اس کی جو وجوہات بیان کرتے ہیں وہ اس طرح ہیں کہ 1057ھ میں شاہجہان جب بیمار ہو گیا اور حبس بول کے مرض میں اس طرح مبتلا ہوا کہ کاروبار سلطنت چلانے سے معذور ہو گیا۔ دارا شکوہ اس وقت چونکہ شاہجہان کے پاس تھا اس لیے موقع پاتے ہی اس نے نظام سلطنت اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اور اس کے بعد سب سے پہلا کام یہ کیا کہ اپنے بھائیوں مراد عالمگیر اور شجاع کے جو وکلاء شاہجہان کے دربار میں تھے ان سے مچلکے لے لیے تاکہ وہ شاہجہان کے دربار کے حالات نہ لکھ سکیں۔ بنگال، گجرات اور دکن کے راستے بند کرا دیے کہ مسافروں کے ذریعے سے اس کی اس کاروائی کی بھائیوں کو خبر نہ ہو۔ عالمگیر کا جو وکیل شاہی دربار

پر مقرر تھا اس سے اس کا گھر ضبط کر کے اسے قید میں ڈال دیا۔ اگلا کام یہ کیا کہ اس وقت چونکہ عالمگیر بیجاپور کے معاشرے میں مشغول تھا تو عین محاصرہ کے وقت اس کے ساتھ موجود افسروں کو شاہی حکم نامہ بھیج کر واپس بلا لیا۔ اس سب کے باوجود دارشکوہ کے عالمگیر کے علاوہ دوسرے بھائیوں میں سے بھی کسی نے بھی اس کی طرف پیش قدمی نہیں کی لیکن داراشکوہ نے ان تینوں کی طرف اپنی فوجیں روانہ کر دیں۔[15]

ان سب باتوں کا ثبوت تاریخ کے مستند ذرائع سے ملتا ہے اور ان پر تاریخی شوائد موجود ہیں۔ جیسے معاصرے کے دوران داراشکوہ کا عالمگیر کی فوج اور افسروں کو واپس بلا لینے کا ذکر "واقعات عالمگیری" میں عاقل خان نے کیا ہے۔[16] عالمگیر کے وکیل سے اس کا گھر ضبط کرنے کا واقعہ "ماثر عالمگیری" میں بیان ہوا ہے۔[17] ان تمام رویوں کا مقابلہ عالمگیر نے حفاظت خود اختیاری کے تحت ضروری سمجھا۔ مؤرخین میں ڈاکٹر برنیئر جو اورنگ زیب عالمگیر کے مخالفین میں سے ہیں وہ بھی اورنگ زیب عالمگیر کے ردِ عمل یعنی بھائیوں سے جنگ کے بارے میں لکھتے ہیں، "واقعی ان کو اپنے اس ارادے سے دست بردار ہونا مشکل بھی تھا کیونکہ فتحیابی کی حالت میں تو تخت کی امید تھی اور شکست کی صورت میں جان جانے کا یقین کلی تھا اور اب صرف دو ہی باتیں تھیں یا موت یا سلطنت اور جس طرح شاہجہان اپنے بھائیوں کے خون سے ہاتھ بھر کر تخت نشین ہوا تھا۔ اسی طرح ان کو بھی یقین واثق تھا کہ اگر ہم اپنے امیدوں میں ناکامیاب رہیں گے تو غالب اور فتحیاب حریف حسد کے مارے ہم کو ضرور قتل کرا دے گا۔"[18]

مشہور مؤرخ لین پول بھی اس بارے میں لکھتے ہیں، اورنگ زیب یہ ضرور جانتا ہوگا کہ بھائیوں میں کسی ایک کی تخت نشینی سے یا تو وہ قید کر لیا جائے گا یا مارا جائے گا اور اس نے اپنے دل میں ایک مصمم ارادہ کر لیا ہوگا۔ حفاظت خود اختیاری میں اس کا فرض تھا کہ حصول بادشاہت کے لیے وہ بھی ایک نیلامی بولی بولے۔[19]

اورنگ زیب عالمگیر کو جب والد کی بیماری کا علم ہوا تو وہ عیادت کی غرض سے اپنے مقام سے روانہ ہوا۔ اس نے اپنے دوسرے بھائی مراد کو بھی اپنے ساتھ ملنے کے لیے ایک مقام طے کر دیا کہ اس مقام پر دونوں ملیں گے۔ چنانچہ جب دونوں بھائی والد کی عیادت کی غرض سے آگے بڑھے تو انہیں یہ خبر ملی کہ داراشکوہ نے انہیں زیر کرنے کے لیے فوج روانہ کی ہوئی ہے جس کی کمان مہاراجہ جسونت سنگھ لیے ہوئے ہے۔ جب اورنگ زیب عالمگیر اور راجہ جسونت سنگھ کی فوجوں کے درمیان ڈیڑھ میل کا فاصلہ رہ گیا تو عالمگیر نے کب کلس برہمن کو، جو بھاکا کا مشہور شاعر تھا راجہ کے پاس بھیجا کہ ہم لوگ صرف والد قبلہ کی عیادت کی غرض سے جا رہے ہیں آپ سدراہ نہ ہوں۔ لیکن راجہ نے نہ مانا اور ان کے درمیان سخت معرکہ ہوا، جس میں راجہ کو شکست ہوئی اور وہ وطن کی طرف واپس لوٹا۔ اس کے بعد داراشکوہ خود فوجی لشکر لے کر مقابلے کے لیے آگے بڑھا لیکن اس مقابلے کا نتیجہ بھی عالمگیر کی فتح کی صورت میں نکلا۔ معرکے میں ناکامی کے بعد داراشکوہ شرم کے مارے شاہجہان کے پاس نہ گیا۔ شاہجہان نے مشورے اور اصلاح کے لیے بار بار بلا بھیجا لیکن داراشکوہ رات کو ہی اہل وعیال کے ساتھ نکل کر لاہور کے ارادے سے دلی روانہ ہوا۔[20] اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ شاہجہان کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا تھا لیکن شاہجہان ہمیشہ داراشکوہ کے خواب دیکھتا تھا جس کی وجہ یہ تھی کہ جہاں آرا بیگم جو شاہجہان کی دنیا میں سب سے بڑھ کر عزیز تھی داراشکوہ کی نہایت طرف دار تھی۔ شاہجہان نے ہندی زبان میں خفیہ ایک خط شجاع کو عالمگیر کے برخلاف لکھا اور اس قسم کی اس کی کوششیں برابر جاری رہیں۔ الغرض اورنگ زیب عالمگیر کا والد کو قید کرنے کا معاملہ

ہو یا داراشکوہ کے قتل کا، اس نے پیش قدمی کے طور پر نہیں بلکہ دفاعی اور حفاظت خود اختیاری کے تحت ان کے ساتھ یہ برتاؤ کیا۔

اورنگ زیب عالمگیر نے جو اقدامات حفاظت خود اختیاری کے تحت دارشکوہ کے خلاف کیے، عام لوگ یا مؤرخین ان واقعات کو بھی اس بنا پر عالمگیر کی ناسزا حرکات میں شمار کرتے ہیں کہ یہ سب باتیں گویا شاہجہان کے مقابلے میں تھیں۔ اس لیے اس معاملے کا پس منظر جاننا ضروری ہے تاکہ اصل حقیقت واضح ہو سکے۔

نتائج البحث:

1. اورنگ زیب عالمگیر ایک استعارہ بن گے ہیں، اس لیے ہر دو (سیکولر و مذہبی طبقہ) کی طرف سے ان پر لکھا جاتا ہے اور لکھا گیا ہے۔
2. ڈاکٹر مبارک علی نے اپنی کتاب اورنگ زیب عالمگیر کے مقدمہ میں ایسے الفاظ کا استعمال کیا ہے جس سے سیکولر بیانیے کو تقویت ملتی ہے۔
3. ڈاکٹر مبارک علی نے کتاب کے مقدمے میں جانبدارانہ رویہ اختیار کیا ہے جو کہ ایک مؤرخ کے لیے صحیح نہیں ہے۔
4. ڈاکٹر مبارک علی نے علامہ شبلی نعمانی پر ڈاکٹر اوم پرکاش پرشاد کو ترجیح دی ہے۔
5. سیکولر حضرات ان اعتراضات کے ذریعے اورنگ زیب عالمگیر کے اسلامی تشخص کو مشکوک بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔
6. علامہ شبلی نعمانی نے اپنے مضمون میں اورنگزیب عالمگیر پر لگنے والے مشہور اعتراضات کے مستند حوالوں سے جوابات دیے ہیں۔
7. ہر واقعہ یا حکم ایک پس منظر رکھتا ہے اس لیے کسی واقعے یا کو حکم یا کسی پالیسی کو اس کے پس منظر کے بغیر سمجھنا اور اس کے متعلق کوئی رائے قائم کر لینا یہ درست رویہ نہیں ہے۔
8. اورنگ زیب عالمگیر کے بعض اقدامات اور پالیسیاں کسی خاص دورانیہ اور علاقے کے ساتھ مخصوص تھیں جنہیں عمومی سمجھ کر بیان کیا جاتا ہے۔
9. اورنگ زیب عالمگیر نے والد اور بھائیوں کے ساتھ جو برتاؤ کیا وہ پیش قدمی کے طور پر نہیں بلکہ دفاعی اور حفاظت خود اختیاری کے طور پر کیا۔
10. علامہ شبلی نعمانی اورنگ زیب کا دفاع تاریخی دلائل اور شواہد کے ساتھ کرتے ہیں جبکہ ڈاکٹر مبارک علی نے اسے جذبات اور لفاظی کے ساتھ تعبیر کیا ہے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حواشی وحوالہ جات

1ڈاکٹر مبارک علی، دردر ٹھوکر کھائے، فکشن کمپوزنگ اینڈ گرافکس، لاہور، ۲۰۰۵ء، ص ۱۲
Dr. Mubarak Ali, Dardar Thokar Khaye, Fiction Composing and Graphics, Lahore, 2005, P:12
2 https://pnb.wikipedia.org/wiki/%DA%88%D8%A7%DA%A9%D9%B9%D8%B1_%D9%85%D8%A8%D8%A7%D8%B1%DA%A9_%D8%B9%D9%84%DB%8C-
3ڈاکٹر ریاض احمد شیخ، تاریخ کا سفر (ڈاکٹر مبارک علی کی علمی خدمات کا اعتراف)، تاریخ پبلیکیشنز لاہور، ۲۰۱۳ء، ص ۲۲
Dr. Riaz Ahmed Sheikh, Tarikh Ka Safar (Dr. Mubarak Ali ki Ilmi Khidmat ka Ieteraf), Tarikh Publications Lahore, 2013, P: 22
4ڈاکٹر مبارک علی، تاریخ کے بدلتے نظریات، تاریخ پبلیکیشنز لاہور، ۲۰۱۲ء، ص ۱۰۹
Dr. Mubarak Ali, Tarikh ke Badalte Nazaryat, Tarikh Publications Lahore, 2012, P: 109
5 https://tarikhpublications.com/products/%D8%AA%D8%A7%D8%B1%DB%8C%D8%AE-%DA%A9%DB%8C-%DA%86%DA%BE%D8%A7%D9%88%DA%BA.
6 https://hamariweb.com/articles/47541
7ڈاکٹر مبارک علی، اورنگ زیب عالمگیر، فکشن ہاؤس لاہور، ۲۰۰۰ء، ص:۱۹
Dr. Mubarak Ali, Aurangzeb Alamgir, Fiction House Lahore, 2000, P: 19
8علامہ شبلی نعمانی، مضامین عالمگیر، مطبع انتظامی واقع کانپور، ۱۹۱۱ء، ص:۷۴
Allama Shibli Nomani, Mazameen Alamgir, Matba Intizami Waqia Kanpur, 1911, P: 74
9ڈاکٹر مبارک علی، اورنگ زیب عالمگیر، فکشن ہاؤس لاہور، ۲۰۰۰ء، ص:۷۹
Dr. Mubarak Ali, Aurangzeb Alamgir, Fiction House Lahore, 2000, P: 79
10 محمد ساقی مستعد خاں، مآثر عالمگیری، ایشاٹک سوسائٹی بنگال کلکتہ، ۱۸۷۱ء، ص:۸۱
Muhammad Saqi Musta'id Khan, Maasir Alamgiri, Asiatic Society Bengal Kolkata, 1871, P:81
11 ایضاً، ص:۲۳۸
Ibid, P:238
12ڈاکٹر مبارک علی، اورنگ زیب عالمگیر، فکشن ہاؤس لاہور، ۲۰۰۰ء، ص:۸۲
Dr. Mubarak Ali, Aurangzeb Alamgir, Fiction House Lahore, 2000, P: 82
13ایضاً، ص:۸۳
Ibid, P:83
14 محمد صالح کمبو، شاہجہان نامہ، ایشاٹک سوسائٹی کلکتہ، ص:۴۵۲
Muhammad Saleh Kamboh, Shahjahan Nama, Asiatic Society Kolkata, P: 452
15 علامہ شبلی نعمانی، مضامین عالمگیر، مطبع انتظامی واقع کانپور، ۱۹۱۱ء، ص:۹۰
Allama Shibli Nomani, Mazameen Alamgir, Matba Intizami Waqia Kanpur, 1911, P: 90
16 عاقل خان، واقعات عالمگیری، ص:۱۷
Aqil Khan, Waqiat Alamgiri, P: 17

17 محمد ساقی مستعد خاں، مآثر عالمگیری، ایشاٹک سوسائٹی بنگال کلکتہ، ۱۸۷۱ء، ص:۸۱

Muhammad Saqi Musta'id Khan, Maasir Alamgiri, Asiatic Society Bengal Kolkata, 1871, P: 81

18 ڈاکٹر برنیئر، وقائع سیر وسیاحت (برنیئر کا سفر نامہ)، فرانس ۱۶۷۰ء، ص:۴۶،۴۷

Dr. Bernier, Waqai Sayr-o-Sayahat (Bernier ka Safar Nama), France 1670, P: 46-47

19 اسٹینلی لین پول، سوانح عمری اورنگ زیب، آکسفورڈ یونیورسٹی پریس لندن، ۱۸۹۳ء، ص:۳۱

Stanley Lane Poole, Sawanih Umari Aurangzeb, Oxford University Press London, 1893, P: 31

20 ڈاکٹر مبارک علی، اورنگ زیب عالمگیر، فکشن ہاؤس لاہور، ۲۰۰۰ء، ص:۸۸

Dr. Mubarak Ali, Aurangzeb Alamgir, Fiction House Lahore, 2000, P: 88